زیر ناف ہاتھ باندھنے کے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں، سینے پر یا کہ ناف کے نیچے، یہ احناف اور اہل الحدیث کے مابین ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، اس سلسلے میں دونوں اطراف سے مختلف دلائل پیش کئے جاتے ہیں، آج کی نشست میں ہم انہیں دلائل کا جائزہ لیں گے، اولا زیر ناف ہاتھ باندھنے کے قائلین کے پیش کردہ دلائل کا علمی تجزیہ کیا جائے گا، بعد ازیں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے چند دلائل پیش کئے جائیں گے، ملاحظہ کیجئے:

دلیل نمبر ا:

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِینَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ فِي الصَّلَاةِ [تَحْتَ السُّرَّةِ].

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة :390/1)

تبصرہ:

اس حدیث میں ''تحت السرۃ'' (ناف کے نیچے) کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے انتہائی ناقص، غیر معتبر اور غیر متداول نسخہ کے ہیں، اس کا ناسخ مجہول اور نامعلوم انسان ہے،

یہ نسخہ مکتبہ محمودیہ مدینہ میں موجود ہے اور اس کے مالک محمد عابد سندھی (۱۲۵۷ھ) تھے، بعد میں یہ نسخہ ان کی اولاد کی ملکیت میں آ گیا، جنہوں نے اسے مکتبہ محمودیہ کے لیے وقف کر دیا۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے دو محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم حیدان نے اس نسخہ کے بارے میں لکھا ہے:

هِيَ نُسْخَةٌ كَامِلَةٌ، لَا بَأْسَ بِهَا لَوْلَا مَا فِيهَا مِنَ التَّصْحِيفَاتِ وَالسَّقْطِ الْكَثِيرِ ....

''یہ کامل نسخہ ہے، اس (سے نقل کرنے) میں کوئی حرج نہ ہوتا، اگر اس میں تصحیفات اور بہت زیادہ سقوط نہ پایا جاتا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة، مقدمة، ص 368، ط مكتبة الرشد)

اس روایت میں ''تحت السرة'' کے الفاظ سب سے پہلے قاسم بن قطلوبغا (۸۰۲۔۸۷۹ھ) نے ذکر کیے ہیں اور ان کے بارے میں علامہ بقاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ كَذَّابًا، يَضَعُ الْحَدِيثَ .

''قاسم بن قطلوبغا سخت جھوٹا اور حدیثیں گھڑنے والا تھا۔''

(الضوء اللّامع للسّخاوي : 188/6)

علامہ نیموی لکھتے ہیں:

أَلْإِنْصَافُ أَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ، وَإِنْ كَانَتْ صَحِيحَةً لِّوُجُودِهَا فِي أَكْثَرِ النُّسُخِ مِنَ الْمُصَنَّفِ، لٰكِنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِّرِوَايَاتِ الثِّقَاتِ، فَكَانَتْ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ ...... فَالْحَدِيثُ، وَإِنْ كَانَ صَحِيحًا مِّنْ حَيْثُ السَّنَدِ، لٰكِنَّهُ ضَعِيفٌ مِّنْ جِهَةِ الْمَتْنِ .

''انصاف کی بات یہ ہے کہ مذکورہ زیادت اگر چہ مصنف کے اکثر نسخوں میں موجود ہے، اور اس کی نسبت صحیح ہے، لیکن یہ ثقات کی روایات کے مخالف ہے۔سو، اس کو غیر محفوظ قرار دیا جائے گا۔۔۔تو حدیث کی سند اگر چہ صحیح ہے، متن مگر ضعیف ہے۔''

(التعلیق الحسن، ص91)

لیکن نیموی مرحوم کا دعوی کہ یہ زیادت اکثر نسخوں میں موجود ہے،مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔''تحت السرۃ'' کے الفاظ کی یہ زیادت مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی معتبر نسخہ میں نہیں ملی۔

تنبیہ:

علامہ نیموی نے بعد میں اسی بنا پر یا شاید کسی دوسری وجہ سے، اس حدیث کو صحیح قرار دے دیا تھا، تعلیق التعلیق میں لکھتے ہیں:

فَتُقْبَلُ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَيَقَعُ التَّرْجِيحُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مُعَارِضِهَا، لِأَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ أَرْفَعُ سَنَدًا مِّنْ رِوَايَةِ عَلَى الصَّدْرِ الَّتِي أَخْرَجَهَا ابْنُ خُزَيْمَةَ .

''یہ زیادت مقبول ہے، اس حدیث کو معارض حدیث پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ اس روایت کی سند بہ نسبت ابن خزیمہ کی سینے والی روایت کی سند کے زیادہ بہتر ہے۔''

(تعلیق التعلیق، ص91)

لیکن یہاں آ کر وہ دوہری خطا کر گئے ہیں، پہلے تو صرف اس حد تک بیان دیا تھا کہ یہ

زیادت اکثر نسخوں میں موجود تو ہے معتبر مگر نہیں ہے، پھر اس کی سند کا قضیہ کھڑا کر دیا، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ زیادت سوائے قاسم بن قطلو بغا کے کسی نے بیان ہی نہیں کی، تو اس کے اکثر نسخوں میں موجود ہونے کا دعوی از خود غلط ہو جاتا ہے، پھر اس کو ترجیح دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم!

علامہ انور شاہ کشمیری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فِي الْمُصَنَّفِ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ : تَحْتَ السُّرَّةِ، فَاضْطَرَبَتِ الرِّوَايَةُ جِدًّا، وَأَوَّلُ مَنْ نَبَّهَ عَلٰى تِلْكَ الزِّيَادَةُ الْأَخِيرَةُ الْعَلَّامَةُ الْقَاسِمُ بْنُ قُطْلُوبُغَا، ثُمَّ إِنَّ لَفْظَ : تَحْتَ السُّرَّةِ، لَمْ يُوجَدْ فِي بَعْضِ نُسَخِهٖ، فَظَنَّ الْمُلَّا حَيَاةُ السِّنْدِهِيُّ أَنَّهٗ وَقَعَ فِيهِ سَقْطٌ وَحَذْفٌ، ثُمَّ صَارَ مَتْنُ الْأَثَرِ مَرْفُوعًا .

قُلْتُ : وَلَا عَجَبَ أَنْ يَكُونَ كَذٰلِكَ، فَإِنِّي رَاجَعْتُ ثَلَاثَ نُسَخٍ لِلْمُصَنَّفِ، فَمَا وَجَدْتُهٗ فِي وَاحِدَةٍ مِّنْهَا .

''مصنف ابن ابی شیبہ میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ ہیں، یہ روایت سخت اضطراب کا شکار ہے۔ سب سے پہلے ان الفاظ کی زیادت علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی (۸۰۲۔۸۷۹ھ) نے بیان کی، پھر ''تحت السرۃ'' کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں نہیں پائے گئے، ملا حیات سندھی کا خیال ہے کہ اس حدیث میں سقط اور حذف واقع ہوا ہے، پھر یہی (قولِ تابعی کے) الفاظ مرفوع حدیث کا متن بن گئے۔ میں (انور شاہ) کہتا ہوں: ایسا ہو

جانا کوئی تعجب والی بات نہیں، کیونکہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کے تین نسخوں کا مراجعہ کیا ہے، لیکن کسی نسخہ میں بھی مجھے یہ الفاظ نہیں ملے۔''

(فيض الباري على صحيح البخاري: 267/2)

مولانا تقی عثمانی صاحب کہتے ہیں:

''لیکن احقر کی نظر میں اس روایت سے استدلال کمزور ہے، اول تو اس لیے کہ اس روایت میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملے، اگرچہ علامہ نیموی نے ''آثار السنن'' میں متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے کہ ان میں یہ زیادتی مذکور ہے، تب بھی اس زیادتی کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے۔''

(درسِ ترمذی)

دلیل نمبر۲:

قَالَ الْإِمَامُ الْبَيْهَقِيُّ : أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ الْفَضْلِ بِبَغْدَادَ، أَنَا أَبُو عَمْرٍو ابْنُ السَّمَّاكِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُنَادِي، ثَنَا أَبُو حُذَيْفَةَ، ثنا سَعِيدُ بْنُ زَرْبِيٍّ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنسٍ قَالَ : مِنْ أَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ وَتَأْخِيرُ السُّحُورِ، وَوَضْعُكَ يَمِينَكَ عَلٰى شِمَالِكَ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ .

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (تین چیزیں) نبوی خصائل میں سے ہیں؛ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا، سحری کھانے میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں

ہاتھ بائیں ہاتھ پرناف کے نیچے رکھنا۔''

(الخلافیات: 253/2، ح: 1484، مختصر الخلافیات: 342/1)

تبصرہ:

یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ اسے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

تَفَرَّدَ بِهٖ سَعِيدُ بْنُ زَرْبِيٍّ، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

''اسے بیان کرنے میں سعید بن زربی منفرد ہے، وہ قوی نہیں ہے۔''

نیز فرماتے ہیں: ''یہ ضعیف راوی ہے۔''

(السنن الکبریٰ: 383/1)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَعِيدُ بْنُ زَرْبِيٍّ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، عِنْدَهٗ عَجَائِبُ مِنَ الْمَنَاكِيرِ.

''سعید بن زربی ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے، اس کی عجیب وغریب منکر روایات ہیں۔''

(الجرح والتعدیل: 24/4)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ. ''یہ کچھ بھی نہیں ہے۔''

(تاریخ ابن معین: 199/2، الجرح والتعدیل: 24/4)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ عَجَائِبُ. ''اس کی عجیب وغریب روایات ہیں۔''

(التاريخ الكبير : 473/3)

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ . ''یہ ثقہ نہیں ہے۔''

(الضّعفاء، ص 54)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني :244/1)

نیز اسے ''متروک'' بھی کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون : 272)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الْأَثْبَاتِ .

''ثقہ راویوں سے منسوب جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔''

(كتاب المجروحين :318/1)

نیز اسے ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔

(الثقات : 110/5)

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التحقيق :246/1)

حافظ عبدالحق الاشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ عَجَائِبُ، لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا، وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ .

''اس کی ایسی عجیب وغریب روایات ہیں، جن پر اس کی متابعت نہیں کی گئی، یہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔''

(كتاب الأحكام الوسطىٰ :342/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعَّفُوهُ. ”محدثین کرام نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(الكاشف :285/1)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”منکر الحدیث“ (تقریب التہذیب : ۲۳۰۴) اور ”ضعیف“ (فتح الباری:۲/۱۰۳، التلخیص الحبیر :۱/۱۷۹) کہا ہے۔

علامہ عینی حنفی نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(عمدة القاري : 175/5)

علامہ زیلعی حنفی نے اس پر جرح ذکر کی ہے۔

(دیکھئے نصب الراية :285/1)

اس کی ایک دوسری حدیث کو حافظ نووی رحمہ اللہ نے سخت ضعیف کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 674/2)

دلیل نمبر۳:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

”ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔“

(زوائد مسند الإمام أحمد : 110/1، سنن أبي داود : 756، سنن الدارقطني : 286/1، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 31/2، مصنف ابن أبي شيبة :391/1)

تبصرہ:

یہ حدیث ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 224/2)

نیز علامہ انور شاہ کشمیری بھی اس کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیتے ہیں۔

(العرف الشذي : 68/1)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيفٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(شرح النووي : 115/4)

اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی، واسطی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : 198، فتح الباري : 523/13)

علامہ زیلعی حنفی، حافظ نووی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ، فَإِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ إِسْحَاقَ ضَعِيفٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

''یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے، اس کا راوی عبد الرحمٰن بن اسحاق بھی بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(نصب الراية : 314/1، خلاصة الأحكام للنووي : 255/1، شرح النووي : 173/1)

علامہ انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَبُو شَيْبَةَ الْوَاسِطِيُّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ

عَلٰی ضَعْفِہٖ .

''ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(العرف الشذي : 1/76، 78، 156)

نیز کہتے ہیں: ''عبدالرحمٰن بن اسحاق ''ضعیف'' ہے۔''

(فیض الباري : 3/259، مشکلات القرآن، ص 91)

علامہ نیموی مرحوم نے بھی اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التعلیق الحسن، ص 91)

مولانا تقی عثمانی صاحب کہتے ہیں:

''اس روایت کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحاق پر ہے، جو ضعیف ہے۔''

(درسِ ترمذی: 2/24)

یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

مولانا سرفراز خان صفدر مرحوم ''ضروری نوٹ'' کی سرخی دے کر لکھتے ہیں:

''ہم نے اپنے استدلال میں ابو داود، السنن الکبریٰ، دارقطنی، مسند احمد کی وہ روایت جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آتی ہے، پیش نہیں کی، جس میں ''تحت السرۃ'' کے لفظ ہیں، جس کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مُتَّفَقُوْنَ عَلٰی ضَعْفِہٖ . کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی ہے، قاضی شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: قَالَ النَّوَوِيُّ : هُوَ ضَعِيفٌ بِالْإِتِّفَاقِ.''

(خزائن السنن، ص 337)

مطلب صاف ظاہر ہے کہ سرفراز صاحب یہ باور کرا رہے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث زیر ناف ہاتھ باندھنے کے بارے میں، جو ابو داود، السنن الکبریٰ وغیرہ میں آتی ہے، وہ ضعیف ہے اور نا قابل استدلال ہے، کیونکہ اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ''ضعیف بالاتفاق'' موجود ہے، ہم جس روایت سے استدلال لیتے ہیں وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، ہم کہتے ہیں کہ مصنف کی اس حدیث میں بھی وہی علت ہے۔جبکہ جناب سرفراز صفدر صاحب خود کہتے ہیں:

''مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۳۹۱) طبع کراچی میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُوْضَعَ الْأَيْدِيْ عَلَى الْأَيْدِيْ تَحْتَ السُّرُرِ، وَفِي السَّنَدِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ''

(خزائن السنن، ص336)

صفدر صاحب جیسے صاحب علم پر حیرت ہے کہ خود ہی ایک روایت کو ضعیف قرار دے کر، پھر اسی سے استدلال بھی لے رہے ہیں۔؟

مفتی تقی عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ اس روایت کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحاق پر ہے، جو ضعیف ہے۔

(درسِ ترمذی: 24/2)

دلیل نمبر ۴:

ابو وائل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَخْذُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

''نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔''

(سنن أبي داود: 758، التمهيد: 78/20)

تبصرہ:

اس کی سند میں بھی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی الکوفی ''ضعیف'' ہے، جس کا حال اوپری حدیث میں گزر چکا ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ خود اس حدیث کے بارے فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ . ''یہ حدیث قوی نہیں ہے۔''

علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَكَمَا صَحَّ أَنَّ الْوَضْعَ هُوَ السُّنَّةُ دُونَ الْإِرْسَالِ ثَبَتَ أَنَّ مَحَلَّهُ الصَّدْرُ لَا غَيْرَ وَأَمَّا حَدِيثُ أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتِ السُّرَّةِ، فَقَدِ اتَّفَقُوا عَلٰى ضَعْفِهِ كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْهُمَامِ نَقْلًا عَنِ النَّوَوِيِّ وَسَكَتَ عَلَيْهِ .

''جو بات صحیح ہے، وہ یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑنے کی بجائے ہاتھ باندھنا سنت ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ ہاتھ باندھنے کا مقام سینہ کے سوا کوئی نہیں، ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ ''ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔'' ضعیف ہے، محدثین اس کے ضعف پر متفق ہیں، جیسا کہ ابن الہمام نے نووی سے نقل کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔''

(حاشية السندهي على سنن ابن ماجه :271/1)

دلیل نمبر۵:

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ذَكَرَ الْأَثْرَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا

حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ قَالَ : وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ الثَّنْدُوَةِ.

''عقبہ بن صہبان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد ''دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے پر رکھنا'' ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 423/12، ت بشار)

تبصرہ:

① یہ روایت درج ذیل کتب میں عَاصِمٌ الْجَحْدَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ کی سند سے ہے:

(التاريخ الكبير للبخاري : 437/2، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 30/2، الأوسط لابن المنذر : 91/3، ح : 1286، أحكام القرآن للإمام الطحاوي : 184/1، الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 212/6، الكشف والبيان المعروف بتفسير الثعلبي : 310/1)

عاصم جحدری اور عقبہ کے درمیان عاصم کے باپ کا واسطہ ہے، یہ المزید فی متصل الاسانید کی قبیل سے ہے۔ عاصم کا اس روایت میں عقبہ سے حَدَّثَنِي کہنا ثابت نہیں ہے، پھر عاصم کا باپ ''مجہول الحال'' ہے، لہٰذا یہ روایت ''ضعیف'' ہے۔

② اس روایت کو ابن ترکمانی نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

③ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ .   ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ثابت نہیں۔''

(تفسير ابن كثير : 503/8، سلامة)

فائدہ:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلُ تَفْسِيرِ عَلِيٍّ إِلَّا أَنَّهٗ غَيْرُ صَحِيحٍ، وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ عَلِيٍّ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی (اس آیت کی) تفسیر منقول ہے، لیکن وہ ثابت نہیں ہے، البتہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر ثابت ہے۔''

(بدائع الفوائد، ص 982، ت علي بن محمد العمران)

تنبیہ:

التمہید کے مطبوع نسخہ میں ''تحت السرة'' کے الفاظ ہیں، یہ تصحیف ہے، اصل میں تَحْتَ الثَّنْدُوَةِ تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس روایت میں ''تحت السرة'' کے الفاظ کسی ثقہ مسلمان نے پیش نہیں کیے اور نہ ہی ان کی صحت کا دعویٰ کیا۔

④ خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

دلیل نمبر ٦:

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تعلیقاً اور مسند الامام زید میں سند کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ تین باتیں تمام انبیا کے اخلاق سے ہیں، افطاری میں جلدی کرنا، سہری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(مجموعہ رسائل از محمد امین اوکاڑوی:1/327، حدیث اور اہل حدیث، ص277)

تبصرہ:

مسند الامام زید، زیدیوں کی کتاب ہے اور اس کتاب کی سند میں عمرو بن خالد واسطی راوی بالاتفاق ''وضاع'' (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) اور ''کذاب'' ہے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے فرمایا:

كَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ. ''یہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 230/6)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْوَاسِطِيُّ يَضَعُ الْحَدِيثَ.

''عمرو بن خالد واسطی حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(أيضًا)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّابٌ، غَيْرُ ثِقَةٍ، وَلَا مَأْمُونٍ.

''یہ کذاب تھا، ثقہ اور مامون نہیں تھا۔''

(أيضًا)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، لَيْسَ يَسْوِي شَيْئًا.

''یہ متروک الحدیث ہے، کسی چیز کے ہم پلہ نہیں ہے۔''

(أيضًا)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، ذَاهِبُ الْحَدِيثِ، لَا يُشْتَغَلُ بِهِ .

''یہ متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے، اس کی حدیث کے ساتھ مشغول نہ ہوا جائے۔'' (ایضاً)

کتاب کی سند کا دوسرا راوی عبدالعزیز بن اسحاق بن بقال غالی شیعہ اور ''ضعیف'' ہے۔

(دیکھئے: لسان الميزان: 25/4، تاريخ بغداد: 458/1)

اس کتاب میں بہت ساری من گھڑت روایات ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

أَلَا إِنَّ الْآفَةَ فِي كِتَابِهِ مِنْ حَيْثُ جِهَالَةِ نَاقِلِيهِ .

''مصیبت یہ ہے کہ اس کتاب کے ناقلین مجہول ہیں۔''

(فيض الباري: 241/2)

لہٰذا اس کتاب کی روایت علمی میدان میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی ہے، کجا کہ کسی مسئلہ کا ثبوت لاوے۔

دلیل نمبر ۷:

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة: 391/1)

تبصرہ:

① امام رحمہ اللہ کی یہ بات قابل قبول ہو سکتی تھی، اگر دیگر ائمہ نے اس کی مخالفت

نہ کی ہوتی اوراس پر اجماع واقع ہو جاتا، ایسا مگر نہیں ہے،تو اختلاف کی صورت میں قرآن و حدیث اور جمہور سلف کی طرف دیکھا جاتا ہے۔

۲ ہمارے مقلد احباب کو اس قول سے بالکل بھی دلیل نہیں لینی چاہئے، کیونکہ وہ تو امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔

مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب کے اعتراضات اوران کے جوابات:

اعتراض نمبر۱:

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس متواتر نماز کے خلاف غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ نے یہ لکھا ہے کہ سینے پر باندھنے کی روایات بخاری، مسلم اوران کی شروحات میں بکثرت ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۴۳، فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/۹۱) مگر افسوس یہ ایسا جھوٹ ہے، جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی: یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے، نہ مرزا کی یہ بات بخاری میں ہے، نہ مولوی ثناء اللہ کی بات بخاری ومسلم میں ہے۔ مرزا نے صرف بخاری پر جھوٹ بولا اور ثناء اللہ نے بخاری ومسلم دونوں پر۔''

(مجموعہ رسائل:321/1)

جواب:

اس فتوی کی تشریح میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے مسلم کی سیدنا علقمہ بن وائل

ﷺ والی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اسی سند کے ساتھ صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے، اور وہاں علی الصدر کے الفاظ ہیں، تو شیخ الاسلام اسی کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہوں گے تو شاید حافظہ خطا کر گیا ہوگا، یا انہوں نے صحیح مسلم والی سند کی نسبت سے وہ بات کہہ دی ہوگی، اسی طرح بخاری میں (740) نمبر حدیث سے علماء استدلال لیتے ہیں کہ دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھنے کی صرف ایک ممکنہ صورت ہوسکتی ہے، جو سینے پر باندھنا بنتا ہے، اور شروحات میں تو واقعی بہ کثرت روایات موجود ہیں۔

بہر حال اس کو جھوٹ قرار دینا بہت بڑی جراءت ہے، زیادہ سے زیادہ بھی اسے حافظہ کی خطا کہا جا سکتا ہے، کیوں کہ بخاری مسلم کی ان روایات سے استدلال تو بہر حال لیا جاتا ہے، لیکن اوکاڑوی صاحب کا مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے مخالفت کا شوق پورا کرنا ہے، سو، کرتے رہے، بہر حال ہم یہاں پر کچھ علمائے دیوبند کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں، جن پر اوکاڑوی صاحب کا فتوی صادر آسکتا ہے، سو، خود ہی دیکھ پرکھ لیں۔

① دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب حنفی کہتے ہیں:

"صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ: هٰذَا خَلِيفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوهُ . "یہ خلیفۃ اللہ مہدی ہے، اس کی سمع واطاعت کرو۔"

(خطبات حکیم الاسلام: 232/7)

تو فرمائیے، اوکاڑوی صاحب کے اصول سے مولانا قاری طیب صاحب بھی وضاع و کذاب قرار دے دیئے جائیں؟ کیوں کہ خود اوکاڑوی صاحب اس کو جھوٹ فرما چکے ہیں اور مزے کی بات کہ اس قسم کی کوئی بات بخاری میں ہونا تو کجا اشارہ بھی نہیں ہے؟ اور نہ اس

کو استدلال قرار دیا جا سکتا ہے؟

① اسی طرح خود اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قِيْلَ لَكُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ اے ایمان والو! اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو، جب تم نماز پڑھو۔ اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع الیدین کے منع پر دلیل لی ہے۔''

(تحقیق مسئلہ رفع الیدین، ص6، طبع ابوحنیفہ اکیڈمی، فقیر والی، ضلع بہاولنگر)

کیا قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت موجود ہے؟ اگر نہیں موجود تو اہل دانش خود ہی فرمائیں کہ اوکاڑوی صاحب کے اسلوب میں ان کو کیا کہا جائے؟

② نیز لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا جُمُعَةَ إِلَّا بِخُطْبَةٍ. خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔'' (مجموعہ رسائل: 367/1، 169/2)

کیا رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث ثابت کی جا سکتی ہے؟ یا اس کو اوکاڑوی صاحب کا جھوٹ قرار دیا جائے؟

③ ایک صحیح منسوخ حدیث میں ہے کہ اگر کتا نمازی کے آگے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: 511)

اوکاڑوی صاحب اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر نظر پڑتی رہی۔''

(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز، ص43، مجموعہ رسائل:3/350، ح:198، تجلیات صفدر:5/448)

کیا "دونوں کی شرمگاہوں پر نظر پڑتی رہی۔" کے الفاظ سے نبی کریم ﷺ کی گستاخی تو نہیں ہو رہی؟ اہل انصاف فیصلہ دیں!

③ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی تقلید کے ثبوت میں لکھتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اور ظاہر ہے کہ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد اس آیت میں سوائے انبیائے کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں، سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیا جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں، آپ نے آیت: ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ تو دیکھ لی اور آپ کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس طرح قرآن مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا احقر بھی موجود ہے۔"

(ایضاح الادلہ، ص98، طبع دہلی)

کیا یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں؟ اور ایسا جھوٹ جس کی قابل ذکر توجیہ تک نہیں کی جا سکتی؟

④ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، سنن ابن ماجہ کی ایک "ضعیف" حدیث کو صحیح بخاری کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"صحیح البخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَنَبِيُّ اللّٰهِ يُرْزَقُ "اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔"

(خطبات حکیم الاسلام:223/10)

کیا یہاں بھی فرمایا جاسکتا ہے کہ حکیم الاسلام نے مرزا صاحب کی طرح بخاری پر جھوٹ باندھا ہے؟ ہم انہیں امثلہ پر اکتفاء کرتے ہیں، امید ہے کہ اہل علم ودانش ہمارا مدعا سمجھ چکے ہوں گے۔

اعتراض نمبر۲:

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں، غیر مقلد اگر ایک صحیح حدیث پیش کریں، جس سے حضور کے سینے پر ہاتھ باندھنے کو کسی خلیفۂ راشد نے دائمی عمل یعنی سنت قرار دیا ہو، تو ہم انہیں مبلغ/50,000 روپیہ نقد انعام دیں گے۔''

(مجموعہ رسائل: چیک)

جواب:

یہاں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ ''سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں۔'' کیا ہمارے حنفی احباب اس قاعدے کو کسی دلیل سے ثابت کر پائیں گے؟ ہرگز نہیں، اور کیا ان حضرات نے خود ہر جگہ یہی قاعدہ ملحوظ رکھا ہے؟ ہرگز نہیں، تو پھر دوسروں سے اس قسم کے مطالبے کرنا سوائے ضد بازی کے کیا ہے؟

کیا نبی کریم ﷺ کا فعل یا قول مبارک، اگرچہ وہ ایک دفعہ ہو، ہمارے لیے حجت یا سنت نہیں؟ جب نبی کریم ﷺ سے صحیح احادیث سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہو گیا ہے اور کیا اس کے حجت اور سنت ہونے کے لیے کسی خلیفۂ راشد کے اس کو دائمی عمل یا سنت قرار دینے کی احتیاج باقی رہتی ہے؟

واضح رہے کہ وتروں میں رفع الیدین کرنا نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی سے ثابت نہیں، نہ کسی ثقہ مسلمان نے اسے دائمی سنت قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے حنفی احباب وتروں میں باہتمام رفع الیدین کرتے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب نے مذکورہ بالا اعتراض میں ''کسی خلیفۂ راشد نے دائمی عمل یعنی سنت قرار دیا ہو'' کہہ کر خاص دلیل کا مطالبہ کیا ہے، جبکہ ایک مقام پر خود اس مطالبے کو ''خالص مرزا قادیانی کی سنت'' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مدعی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کہ یہ خاص قرآن سے دکھاؤ یا خاص ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث دکھاؤ یا خاص فلاں فلاں کی کتاب سے دکھاؤ، یہ محض دھوکہ اور فریب ہے، کتاب وسنت نے دلیل خاص کی ہرگز پابندی عائد نہیں کی، اَن پڑھ لوگوں سے اس قسم کی شرائط پر دستخط لیے جاتے ہیں، جو شرعاً باطل ہوتے ہیں، یہ خالص مرزا قادیانی کی سنت ہے۔''

(مجموعہ رسائل، تحقیق مسئلہ رفع الیدین:1/177، دوسرا نسخہ:1/197، نیز دیکھئے: تجلیات صفدر:1/554)

قارئین کرام! منصفانہ فیصلہ دیں کہ آیا اوکاڑوی صاحب نے سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں احادیث صحیحہ کے ساتھ خلیفۂ راشد کا اس کو دائمی سنت قرار دینے کا مطالبہ کر کے اپنے فیصلے کے مطابق خالص مرزا قادیانی کی سنت کو اختیار کیا ہے یا نہیں؟

اور کیا اوکاڑوی صاحب نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مِنَ السُّنَّةِ ...... تَحْتَ السُّرَّةِ والی ضعیف روایت پر عمل کرنے کے لئے ''دائمی سنت'' اور خلیفہ راشد کی تائید کی شرط لگائی ہے؟

اعتراض نمبر۳:

ایک جگہ علمائے اہلحدیث کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن پاک کی یہ آیت: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کا معنی یہ ہیں کہ نماز پڑھو اور سینے پر ہاتھ باندھو۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/۹۵) اندازہ لگائیں کہ متواتر نماز کے خلاف قرآن کے غلط ترجمہ میں بعض روافض کی تقلید کی ہے، جبکہ احادیث صحیحہ میں ﴿وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر قربانی کرنے سے آئی ہے۔''

(مجموعہ رسائل: 1/320-321)

جواب:

خود ایک دیوبندی بزرگ نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کو اسی آیت ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ سے ثابت کیا ہے، مولانا کرم الدین دیوبندی ساکن بھین لکھتے ہیں:

''قرآن میں ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ''خدا کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھ۔'' نَحَرَ کا معنی کتب لغت میں ''ہاتھ باندھنے'' کے بھی ہیں، چنانچہ علم لغت کی سب سے مستند اور متداول کتاب ''قاموس'' (۱/۳۳۲) ''باب الراء'' فصل نون میں ہے: نَحَرَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ انْتَصَبَ وَنَهَدَ صَدْرَهٗ وَوَضَعَ يَمِينَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ ''نماز میں نَحَرَ کا معنی یہ ہے کہ سینہ قبلہ رو سیدھا کر کے دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھ کر کھڑا ہو۔'' علم لغت سب کے لیے یکساں حجت ہے، اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے، آیت: ﴿فَصَلِّ﴾ میں چونکہ نماز پڑھنا صاف قرینہ موجود ہے، اس لیے یہاں ﴿وَانْحَرْ﴾ کا معنی یہی ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو، امام فخر رازی نے تفسیر کبیر (۸/۱۲۷) میں آیت مذکورہ کی تفسیر

میں جناب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول یوں نقل کیا ہے :
وَالْأَشْهَرُ وَضْعُهَا عَلَى النَّحْرِ عَلٰى عَادَةِ الْخَاشِعِ .''﴿وَانْحَرْ﴾
کا اظہر اور اشہر معنی یہی ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے، جیسے خشوع وخضوع کا طریق ہے۔'' ایسا ہی تفسیر درمنثور، معالم التنزیل، تنویر المقیاس، حسینی وغیرہ اور کتب حدیث بخاری، ترمذی، دارقطنی وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے، پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔''

(آفتاب ہدایت، ص239)

اس کتاب پر جناب سرفراز صفدر صاحب کی تقریظ بھی ہے، یادرہے کہ یہ حوالہ ہم نے الزاماً ذکر کیا ہے۔

مولانا اوکاڑوی اور ان کے ساتھیوں سے سوال ہے کہ آیا علمائے اہلحدیث پر کئے گئے اعتراض کے مطابق جناب کرم الدین صاحب نے ﴿وَانْحَرْ﴾ کا معنی بیان کرنے میں روافض کی تقلید کی ہے یا نہیں؟

اوکاڑوی صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے کہا:

''احادیث صحیحہ میں ﴿وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر قربانی کرنے سے آئی ہے۔''

اب اوکاڑوی صاحب تو فوت ہو چکے ہیں، لیکن کیا ان کی طرف سے کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ وہ احادیث صحیح کہاں پائی گئی ہیں؟

اعتراض نمبر۴:

آپ لکھتے ہیں:

''ہم نے اس مسئلے میں ان احادیث پر عمل کیا ہے، جن پر عمل کو خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنت کہا اور حضور نے فرمایا تھا کہ جو حدیثیں میری سنت کے خلاف ہوں، وہ میری طرف سے نہیں۔ (دار قطنی) اس لیے ہم نے اس روایت پر عمل نہیں کیا، جو خلاف سنت ہے، ہاں اگر کوئی غیر مقلد سینے پر ہاتھ باندھنے کا سنت ہونا کسی خلیفۂ راشد سے ثابت کر دے، تو ہم اسے بھی سنت مان لیں گے۔'' (مجموعہ رسائل:329/1)

جواب:

قارئین کرام! ہم نے محدثین کے اصول کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کے بارے کوئی روایت پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ والی حدیث، جس میں سنت کا ذکر ہے، وہ ''ضعیف'' ہے، لہٰذا اوکاڑوی صاحب کا یہ ادعا کہ ہم نے اس طریقہ کو اختیار کیا، جس کو خلیفۂ راشد نے سنت کہا ہے، غلط محض ہے۔

نیز اوکاڑوی صاحب نے دار قطنی کے حوالے سے جو حدیث پیش کی ہے، اس کی سند میں صالح بن موسیٰ ضعیف ہے، امام دار قطنی رحمہ اللہ یہی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

صَالِحُ بْنُ مُوسٰی ضَعِیفٌ، لَا یُحْتَجُّ بِحَدِیثِہٖ .

''صالح بن موسیٰ ضعیف ہے، اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔''

(سنن الدارقطني: 28/4، ح: 4427)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس راوی کو ''متروک'' کہا ہے۔

(تقریب التهذیب، ص 150)

اس کے بارے توثیق کا ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں، لیکن افسوس کہ اوکاڑوی صاحب نے حدیث کے راوی پر جرح حذف کر دی ہے، اس رویے کو کیا نام دیا جائے؟

کیا احناف سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف نہیں کرتے؟

علمی ردود میں بعض چیزوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو کام انسان خود کرتا ہو اور اس کو صحیح سمجھتا ہو، اس کام کو کسی دوسرے کے لئے طعن نہیں بنانا چاہیئے، سینے پر ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں گو کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف نہیں کر رہے، بلکہ اتفاق کر رہے ہیں اور ہمارے حنفی احباب اختلاف کر رہے ہیں، اس کے باوجود اہل السنہ کا سادہ سا اصول ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کسی کی بات سے دلیل کی بنیاد پر اختلاف کیا جا سکتا ہے، سو، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود حیرت اس وقت ہوتی ہے، جب اہل حدیث دلائل کی بنیاد پر کسی امام یا کسی صحابی سے اختلاف کرتے ہیں تو یہ حضرات چھوٹا رافضی، رافضی یا بدعتی وغیرہ جانے کون کون سے القابات سے نواز دیتے ہیں، حالاں کہ اگر احناف ہی کی کتابوں میں نظر دوڑائیے تو ایسے بیسیوں مقامات موجود ہیں، جہاں انہوں نے خلفائے راشدین سے اختلاف کر رکھا ہے، چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، تدبر فرمائیں:

① عمرو بن حریث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا بَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ .

”میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔“

(الأوسط لابن المنذر :462/1، وسندہٗ صحیحٌ)

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، اس کے باوجود احناف جرابوں پر مسح نہیں

کرتے۔

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا ثابت ہے، عاصم بن ضمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ صَلّٰى بِفُسْطَاطِهٖ بِصِفِّينَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے صفین میں عصر کے بعد دو رکعت اپنے خیمے میں ادا کیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 353/2، السنن الكبرى للبيهقي : 459/2، وسندهٗ حسنٌ)

③ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَالصَّلَاةِ، وَلٰكِنَّهٗ سُنَّةٌ، فَلَا تَدَعُوهُ .

''وتر فرض نماز کی طرح لازم نہیں ہے، بلکہ یہ سنت ہے، ان کو ترک مت کرو۔''

(مسند الإمام أحمد :107/1، سنن الدارمي :371/1، وسندهٗ حسنٌ)

④ شقیق بن سلمہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نو ذوالحجہ کو نماز فجر سے لے کر آخری یوم تشریق (تیرہ ذوالحجہ) کی فجر سے عید کی عصر تک تکبیریں کہی جائیں۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 165/2، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ نیموی نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(آثار السنن : 1010)

لیکن صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے امام ابوحنیفہ کا مذہب نقل کیا ہے کہ یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کی فجر سے عید کی عصر تک تکبیریں کہی جائیں گی۔

(الهداية :174/1-175)

فائدہ:

اس سلسلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل، جو مصنف ابن ابی شیبہ (۱۶۵/۲) میں ہے، ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

⑤ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وراثت میں ''مقاسمت''یعنی دادا کے ساتھ بھائیوں کو وارث بنانے کے قائل تھے، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ يُقَاسِمُ بِالْجَدِّ الْإِخْوَةَ إِلَى السُّدُسِ .

''آپ رضی اللہ عنہ دادا کو چھٹا حصہ دیتے تھے اور باقی پانچ حصوں میں بھائیوں کو وارث بناتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 293/11، وسندهٗ حسنٌ)

جبکہ احناف دادا کی موجودگی میں بھائیوں کو وارث نہیں بناتے، ''سراجی'' میں ہے:

بَنُو الْأَعْيَانِ وَبَنُو الْعَلَّاتِ لَا يَرِثُونَ مَعَ الْجَدِّ، وَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَبِهٖ يُفْتٰى .

''عینی اور علاتی بھائی، دادا کے ساتھ وارث نہیں بنیں گے، یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

⑥ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک وتر کے بھی قائل تھے۔

(المطالب العالية لابن حجر : 639، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، لَا نِكَاحَ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ .

''جو عورت بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، اس کا نکاح باطل

ہے، ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 111/7، وسندهٗ صحيحٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ . ''یہ سند صحیح ہے۔''

جبکہ ان حضرات کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے، حالانکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ اس کے بالکل برعکس ہیں۔

⑧ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِلْفَارِسِ سَهْمَانِ .

''(مالِ غنیمت میں) گھڑسوار کے دو حصے ہیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 400/12، وسندهٗ حسنٌ)

جبکہ احناف ایک حصہ کے قائل ہیں۔

مرد اور عورت کے اختلاف کا قضیہ

ہمارے حنفی دوست زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں، جبکہ ان کی عورتیں سینے پر ہاتھ باندھتی ہیں، یہ فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امام ابوحنیفہ سے بھی بہ سند صحیح ثابت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھو۔''

(صحيح البخاري : 631)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عام ہے، ہر مرد و عورت کو شامل ہے، کسی صحیح مرفوع یا موقوف

روایت میں بھی مرد وعورت کے طریقۂ نماز میں فرق ثابت نہیں ہے۔شریعت نے نماز کے بعض مسائل میں عورتوں کے لیے مخصوص احکام صادر کئے ہیں، مثلاً لباس، امام کو لقمہ دینے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ مارنا، امامت کی صورت میں صف کے درمیان کھڑے ہونا، صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونا وغیرہ وغیرہ، لیکن یہ صورتیں شرعی دلائل کی روشنی میں مستثنیٰ کی گئی ہیں، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ان کا طریقہ نماز سے کوئی تعلق نہیں۔

کتب احناف میں مذکورہ ہے:

إِنَّ كُلَّ حُكْمٍ ثَبَتَ لِلرِّجَالَ، ثَبَتَ لِلنِّسَاءِ، لِأَنَّهُنَّ شَقَائِقُ الرِّجَالِ إِلَّا مَا نُصَّ عَلَيْهِ.

''ہر ایک حکم، جو مردوں کے لیے ثابت ہو، وہی حکم عورتوں کے لیے بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ عورتیں مردوں کی نظائر ہیں، سوائے اس حکم کے، جس پر کوئی (خاص) نص وارد ہو جائے۔''

(البحر الرائق لابن النجيم الحنفي :43/1)

فلہٰذا جب مردوں کے لیے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہو گیا، تو عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہوگا، بعض حضرات نے اتفاق کا دعویٰ کیا ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے گی، اتفاق کا یہ دعویٰ کسی ثقہ امام سے ثابت نہیں ہے۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بعض دلائل

سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ

يَسَارِهٖ، وَرَأَيْتُهٗ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ، وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصَلِ .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ ﷺ اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویٔ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 226/5، التحقيق لابن الجوزي : 338/1، جامع المسانيد والسنن للحافظ ابن كثير : 12/296-297، ح : 9693، وسندهٗ حسنٌ)

ابن جریر ضبی رحمہ اللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ عَلَى الرُّسَغِ فَوْقَ السُّرَّةِ .

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں کو گٹے سے پکڑ کر انہیں ناف سے اوپر رکھا ہوا تھا۔''

(سنن أبي داود : 757، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ (۳۰/۲) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق : ۴۴۳/۲) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ اس کا راوی ابو بدر شجاع بن ولید جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔

امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

فَوْقَ السُّرَّةِ . ''ناف سے اوپر۔''

(الأمالي لعبد الرزاق : 54، وسندهٗ صحيحٌ)

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبِي إِذَا صَلّٰى وَضَعَ يَدَيْهِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَوْقَ السُّرَّةِ .

''میں نے اپنے والد (امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ) کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے تو اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر ناف کے اوپر رکھتے تھے۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 260)

حافظ خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّمَا السُّنَّةُ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَيْهِ عَلٰى صَدْرِهٖ، إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرٰى .

''سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر ایک دوسرے کے اوپر رکھے۔''

(أعلام الحديث :652/1)

علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ السُّنَّةَ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ أَنْ يَّكُونَ عَلَى الصَّدْرِ .

''اس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے سنت ہونے کی دلیل موجود ہے۔''

(شرح سنن أبي داود : 309/4)

خلاصۃ الکلام:

ہماری تحقیق میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کے بارے تمام روایات اصول محدثین کے مطابق ضعیف ہیں اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں صحیح حدیث اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا

اثر، نیز سعید بن جبیر تابعی، امام اہل سنت احمد بن حنبل اور حافظ خطابی رحمہم اللہ کے آثار موجود ہیں، جو ہم نے اوپری لائنوں میں درج کر دیئے ہیں، اللہ کریم ہم کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!